

• ڈاکٹر ہشام السعید

## مثنوی ”خاورنامہ“ - ایک تعارف

### Masnavi "Khawarnama" one interdouse

"Khawarnama" is an epic. This long poem is in the form of 'Masnavi'. This poem is considered to be one of the oldest poems of Urdu. This epic contains twenty four thousand verses.

"Khawarnama" is a translation of Persian Khawarnama(830 Hijra/1426 A.D.) made by Kamaluddin Khan Rustami, Persian Khawarnama was written by Ibne Hassam(Hassamuddin), and was written following the world famous Shahnama-e-Firdausi. Rustami did this translation on the motivation of Begum Khadija Sultan wife of Sultan Muhammad Adil Shah of Beejapur.

The translation which was done about 367/375 years ago (It was completed in 1059/1050 Hijra, 1648/1640 A.D.)

This epic is a fiction in which assumed wars of Hazrat Ali (R.A) against different kings of Eastland have been narrated. The important characters along with Hazrat Ali (R.A) are Malik, SaadWaqas and AbulMajan. The study of this epic depicts it's historic, literary and linguistic importance. In this article the historical background along with research study of the said masnavi has been presented.

آج زبان اردو معیار و ادب میں جس مقام پر ہے وہ یقیناً بر عظیم میں داخل ہونے والی مسلم اقوام کے مرہونِ منت ہے۔ یہ مسلم اقوام بر عظیم ہندوستان کے طول و عرض میں متحرک رہیں، حکومتیں قائم کیں اور اپنے طاقت، فکر و عمل اور عقائد و نظریات کی بدولت ہندوستان میں ایک عظیم تہذیبی، فکری، علمی، ادبی اور لسانی انقلاب برپا کیا۔ ان اقوام نے مقامی سطحوں پر

بولی جانے والی زبانوں، خاص کر اپ بھرنشوں کو اپنا کر، ان پر اپنی زبانوں کے اثرات مرتب کر کے اور ان کے اشتراک سے جدید اردو کی وہ شکل ابھاری جو بہت جلد جدید معیاری زبانوں کے ہم پلہ ہو گئی اور عالم گیر قرار پائی۔ ۳

شمال سے دکن پہنچنے والے مسلم حکمران جب خود مختار ریاستیں قائم کرنے میں کامیاب ہوئے تو اپنے درباروں کو عالموں، ادیبوں اور شاعروں سے آراستہ کیا۔ ۵۔ یہ حکمران ادب پرور بھی تھے اور ادب خالق بھی۔ بہمنی ریاست کی شکست و ریخت کے بعد ابھرنے والی پانچ ریاستوں میں سے گو لکنڈہ ۶ کے قطب شاہی ۷ اور بیجاپور ۸ کے عادل شاہی ۹ حکمران اس ادب پروری میں پیش پیش رہے۔ ۱۰ ان حکمرانوں نے اردو کو اس طرح اپنا یا کہ اسے دفتری زبان تک کا درجہ دے دیا۔ ۱۱

بیجاپور کی ریاست ۱۴۹۰ء میں قائم ہوتی ہے اور دیکھتے ہی دیکھتے اس کا دربار عالموں، ادیبوں اور شاعروں سے بھر جاتا ہے۔ بیجاپور کے اس دور میں برہان الدین جانم، شیخ داؤل، حکیم آتش، مرزا محمد مقیم، عبدال، مقیمی، صنعتی، خوشنود، رستی، حسن شوقی، امین الدین اعلیٰ، میراں جی خدا نما، ہاشمی، نصرتی اور عاجز جیسی نابغہ روزگار ہستیاں ظاہر ہوئیں۔ ۱۲

بیجاپور طویل عرصے تک گجری روایت کا، جو کہ دراصل ہندوی روایت تھی، سے جڑا رہا۔ فارسی اثرات بیجاپوری ادب پر پڑے ضرور مگر ہندوی روایت ہی اس کے ادب کی اصل رہی، تا وقتیکہ گو لکنڈہ، کہ جو شروع ہی سے فارسی روایت کا حامل رہا تھا، کے بادشاہ عبداللہ قطب شاہ ۱۳ کی بہن خدیجہ سلطان ۱۴، محمد عادل شاہ ۱۵ کی ملکہ بن کر بیجاپور نہیں پہنچ گئیں۔ ۱۶ ملکہ خدیجہ سلطان عرف بڑے صاحب اپنے غلام، ملک خوشنود کو بھی بیجاپور ساتھ لائی تھیں۔ گو لکنڈہ کی طرح یہاں بھی ملکہ نے شعر و ادب کی سرپرستی جاری رکھی اور خاص کر فارسی مثنویوں کے تراجم کرائے۔ ان تراجم میں اہم ملک خوشنود ۱۷ کی یوسف زلیخا اور جنت سگار ہیں۔ یہ دونوں مثنویاں، امیر خسرو کی فارسی مثنویوں، یوسف زلیخا اور ہشت بہشت کی تراجم ہیں ۱۸۔ اسی دور میں مثنوی خاور نامہ بھی ملکہ ہی کی خواہش اور فرمائش ۱۹ پر کمال الدین رستی ۲۰ نے ڈیڑھ سال کی مدت صرف کر کے (۱۶۳۰ء/۲۱ء ۱۶۴۹ء) ترجمہ کی۔

مثنوی خاور نامہ ۲۳ ایک طویل منظوم فرضی داستان ہے۔ ۲۴ چوبیس ہزار اشعار پر مشتمل، یہ اردو کی ضخیم ترین مثنوی ہے۔ ۲۵ مثنوی، بیجاپور میں شعری اظہار کمال فن کی سب سے مؤثر اور مقبول صنف شمار کی جاتی تھی۔ یہاں تک کہ مثنوی میں قصیدے بھی شامل کیے گئے۔ دوسرے موضوعات کے علاوہ، رزم بھی مثنوی کا خاص موضوع رہا۔ جیسے: حسن شوقی کی فتح نامہ نظام شاہ (۱۵۶۴ء/۲۶ء ۱۶۴۰ء)، مرزا مقیم کی فتح نامہ بکھیری (۱۶۳۷ء)، نصرتی کی علی نامہ (۱۶۶۶ء ۱۶۹۷ء) اور فتح نامہ بہلول خان (۱۶۷۲ء ۱۷۳۰ء) اور سید اعظم بیجاپوری کی داستان فتح جنگ (۱۶۶۶ء ۱۷۳۱ء)، یہ سب مثنویاں اردو ادب و لسانیات کے ارقامیں اہم حوالہ ہیں، مگر مثنوی خاور نامہ ایک ایسی ارتقائی کڑی ہے جس کی اہمیت دوچند ہے۔

مثنوی خاور نامہ (فارسی) ۱۴۲۶ء میں ابن حسام ۳۲ نے لکھی تھی۔ ۳۳ یہ مثنوی، فارسی کے کمال شاہکار شاہنامہ فردوسی ۴ کی تقلید میں لکھی گئی تھی۔ ۳۵ شاہنامہ فردوسی، فارسی کی ادبی و شعری لطافت کا وہ موقع ہے جس پر اہل فارس آج بھی نازاں ہیں۔ ابن حسام نے جب خاور نامہ تخلیق کی تو شاہنامہ فردوسی کی اثر آفرینی اور شعریت اس میں بھی در آئی، اور جب رستی نے اسے اردو کا قالب عطا کیا تو شاہنامہ فردوسی کی خصوصیات بالواسطہ اردو میں پیوست ہو گئیں ۳۶ اور اردو جو ابھی گھٹنوں چل رہی تھی، اپنے پیروں پر کھڑی ہونے کے قابل ہونے لگی۔ رستی نے فارسی کے اس شاہکار کا ترجمہ دکنی اردو زمرہ میں کر کے اپنے قادر الکلام ہونے اور لسانی شعور کا حامل ہونے کا ثبوت دیا۔ رستی نے خاور نامہ میں اس دور کی لسانی خصوصیات کو بھی برتا۔ اس دور کے چلن کے مطابق قیاسی کے ساتھ ساتھ سماعی املا اور ایک ہی لفظ کی متعدد شکلوں کو اپنے اشعار میں لا کر انھیں محفوظ کر لیا۔

مثنوی خاور نامہ (اردو)، قدیم اردو اور فارسی کی ادبی و لسانی خصوصیات کا ایسا موقع ہے جس نے اردو کو معیار کے حصول میں بڑی معاونت دی۔ خاور نامہ (اردو) مسلمانوں کی دکن آمد اور اقتدار کے زیر اثر دکنی لسان و ادب میں واقع تبدیلی اور ارتقا کا پونے چار سو سالہ قدیم حوالہ ہے۔ ادبی و تاریخی اہمیت ایک طرف، خاور نامہ کی صرف لسانی خصوصیات، اور اردو کے اسلوب پر اس کے اثرات کا ذکر کیا جائے تو کئی مقالات ترتیب پائیں۔ ”خاور نامہ“ کی انھیں اہمیتوں کے مد نظر، ترقی اردو بورڈ، کراچی ۷۳ نے ۱۹۶۸ء میں اس کی اشاعت کا اہتمام کیا تھا جو کہ مثنوی کی پہلی اشاعت تھی۔

اس مثنوی کی داستان فرضی ہے۔ ہر قدیم داستان کی طرح اس میں بھی دیو، عظیم الجثہ جانور، غار، پہاڑ، مجر العقول قلعے اور شہر ہیں اور ہر طرف طلسم کا راج ہے۔ اس داستان میں فرضی کرداروں کے ساتھ ساتھ تاریخی کردار بھی ہیں اور انھیں میں سے علیؑ، سعد و قاص، ابوالمعجن اور مالک داستان کے مرکزی کردار ہیں۔ داستان میں حضرت علیؑ کی ان فرضی لڑائیوں کا بیان ہے جو انھوں نے خاور زمین پر مختلف بادشاہوں اور سرداروں سے لڑیں اور وہاں سے بخیریت اور فتح یاب مدینے لوٹے۔

مثنوی ”خاور نامہ“ سے متعلق تحقیقی مطالعات:

مثنوی ”خاور نامہ“ سے متعلق تحقیقی و تنقیدی مضامین جمیل جالبی ۳۸ کی ”تاریخ ادب اردو“ ۳۹، نصیر الدین ہاشمی ۴۰ کی ”دکن میں اردو“ ۴۱ میں موجود ہیں۔ علاوہ ازیں ترقی اردو بورڈ۔ کراچی کی مرتب کردہ ”مثنوی خاور نامہ“ کے ”پیش لفظ“، ”مقدمہ“، ”تتمہ“ اور ”فارسی خاور نامہ کا دوسرا نسخہ“ کے عنوانات کے تحت جو تحریریں موجود ہیں، ان میں بھی ”خاور نامہ“ سے متعلق تحقیقی معلومات موجود ہیں۔

رسالہ ”معارف“ اعظم گڑھ میں نصیر الدین ہاشمی کے خاور نامہ سے متعلق مضامین، تصدیحات اور تصحیحات، جو نومبر ۱۹۳۰ء کے شمارے (ش-۵، ج-۲۶) میں ”خاور نامہ دکھنی“ کے عنوان سے پندرہ صفحات کے ایک مضمون، مارچ ۱۹۳۱ء

کے شمارے (ش-۳، ج-۲) میں سات صفحات کے ایک مضمون بعنوان ”خاور نامہ دکھنی“، جون ۱۹۲۹ء کے شمارے (ش-۶، ج-۲۳) میں ”مثنوی خاور نامہ دکھنی“ کے عنوان سے دو صفحات کے ایک تعارفی مضمون اور نومبر ۱۹۲۹ء کے شمارے (ش-۵، ج-۲۴) میں ”انڈیا آفس کی کیٹلاگ مین دکھنی مخطوطات کی فروگذاشتیں“ کے عنوان کے تحت ”خاور نامہ“ سے متعلق ایک صفحے کے تصحیحی نوٹ اور شمارہ اکتوبر (ش-۱۰، ج-۲۸)، کو بھی سابقہ تحقیقات میں شمار کیا جائے گا۔ اس کے علاوہ شعبہ اردو، سندھ یونیورسٹی کے مجلہ ”تحقیق“ کے شمارہ: ۱۷، ۲۰۰۹ء میں شائع شدہ عتیق احمد جیلانی ۴۲ کے مضمون ”مجلہ معارف، کا تحقیقی سرمایہ“ اور اس کے حواشی میں بھی ”خاور نامہ“ کا تذکرہ موجود ہے۔ اسی مضمون کے حواشی میں ”خاور نامہ رستی“ از خواجہ حمید الدین شاہد ۴۳ کے مضامین مشمولہ ”اردو نامہ“ ۴۴، کراچی، نومبر ۱۹۶۰ء اور ”خاور نامہ رستی بیجاپوری“ مشمولہ سہ ماہی مجلہ عثمانی، کراچی، شمارہ ۱ (جولائی-ستمبر) اور شمارہ ۲ (اکتوبر-دسمبر) ۱۹۹۵ء، حکیم شمس اللہ قادری ۴۵: ”اردوے قدیم“ مشمولہ ”تہاج“، اردوے قدیم نمبر، طبع اول، حیدر آباد (دکن)، ۱۹۲۵ء اور ڈاکٹر محمد اقبال جاوید کی کتاب ”دکنی اردو کی منظوم داستانیں“ میں بھی ”خاور نامہ“ کا ذکر ملتا ہے۔ ان تمام مضامین اور شذرات کے مطالعے سے یہی واضح ہوتا ہے کہ ان سب کی بنیاد صرف مثنوی خاور نامہ اور رستی کا تحریر کردہ ”سبب منظوم کردہ“ مشمولہ مثنوی خاور نامہ ہی ہے۔

مثنوی ”خاور نامہ“ کے دستیاب نسخے:

مثنوی خاور نامہ کے درج ذیل چار نسخے اب تک دریافت ہوئے ہیں۔ ان میں سے تین فارسی کے ہیں اور صرف ایک

اردو کا ہے۔

الف۔ فارسی نسخہ جات:

خاور نامہ فارسی (ابن حسام کی تصنیف) کے تین نسخے موجود ہیں۔ ایک برٹش میوزیم میں اور دو انڈیا آفس لاہور میں

میں۔ ۴۶ ان تینوں کی مجملات علیحدہ علیحدہ تحریر کی جاتی ہیں۔

۱۔ نسخہ انڈیا آفس لاہور میں

اس نسخے میں مثنوی کا نام ”خاور ان نامہ“ ہے اور مصنف کا نام محمد حسام قسستانی ہے۔ ۴۷ یہ نسخہ فارسی خاور نامہ کی

تصنیف کے ۱۳۵ سال بعد اور مصنف کے انتقال کے ۹۰ سال بعد کا ہے ۴۸ یعنی ۹۶۵ھ (۱۵۱۶ء) کا ہے۔ یہ نسخہ بلا تصویر

ہے۔ ۴۹ اشعار کی تعداد چوبیس ہزار ہے۔ ۵۰ اور عنوانات کی تعداد ۲۱ ہے۔ ۵۱ صفحات کی تعداد ۸۳۶ ہے۔ ۵۲ یہ نسخہ پہلے

انڈیا آفس کی کیٹلاگ میں تاریخ میں رکھا گیا تھا۔ گمان یہ تھا کہ اس میں علیؑ کی خلافت کے کارنامے ہیں۔ اس کی تصحیح نصیر الدین

ہاشمی نے کی۔ ۵۳

## ۲۔ نسخہ انڈیا آفس لاہریری

اس نسخے کی خصوصیت یہ ہے کہ یہ باتصویر ہے۔ مگر اس پر سنہ کتابت درج نہیں ہے۔

## ۳۔ نسخہ برٹش میوزیم

یہ نسخہ بھی باتصویر ہے۔ اس کے اوراق ۳۶۳ ہیں اور تصویروں کی تعداد ۱۵۷ ہے۔ ۵۴۔ یہ نسخہ، نسخہ انڈیا آفس لاہریری کے ۱۳۲ سال بعد اور رستی کے خاور نامے کے ۳۸ سال کے بعد کا ہے۔ نسخے پر تاریخ تکمیل کتابت ۹/ رمضان ۱۰۹۷ھ درج ہے۔ محققین اس بات کا امکان ظاہر کرتے ہیں کہ یہ نسخہ جو یقیناً رستی کے پیش نظر نہیں ہو سکتا مگر یہ ممکن ہے کہ جس نسخے سے یہ نقل کیا گیا ہے وہ نسخہ یا اسی نسخے کی کوئی اور نقل رستی کے پیش نظر ہوگی۔ ۵۵۔ کیوں کہ رستی کے خاور نامے میں چند اشعار وہ ہیں جو اس نسخے میں بھی ہیں اور انڈیا آفس والے نسخے میں نہیں ہیں۔ اس نسخے میں عنوانات کی جگہ خط کھینچا گیا ہے۔ ۵۶۔

اس نسخے کی ایک عبارت میں کمال الدین کی ملکیت نسخہ کا ذکر ہے جس سے شیخ چاند کو یہ گمان گزرا تھا کہ غالباً یہ کمال الدین رستی ہیں اور اسی نسخے سے ترجمہ ہوا ہے۔ اس نسخے میں ہر تین چار صفحات کے بعد ایک دو صفحات خالی ہیں۔ غالباً تصویروں کے لیے چھوڑے ہوں گے جو کہ بنائی نہ جاسکیں۔ نسخے سے پہلے ایک انگریزی صفحہ ہے جس میں ٹیپو سلطان کا ذکر ہے، اس سے گمان ہوتا ہے کہ یہ نسخہ میسور کی لاہریری کا ہے جو بعد میں انگلستان منتقل کر دیا گیا۔ ۵۷۔

چوں کہ یہ نسخہ رستی کے ترجمہ کے بعد کا ہے اس لیے وہ اشعار جو نسخہ انڈیا آفس۔ ۱ میں نہیں ہیں اور رستی کے نسخے میں ہیں اس بنیاد پر یہ قیاس کرنا کہ رستی کا نسخہ اور یہ نسخہ ایک ہی نسخے سے ترجمہ اور نقل ہوئے ہیں، درست ہو سکتا ہے مگر عتیق احمد جیلانی نے اس امکان کو بھی ابھارا ہے کہ یہ ان دونوں نسخوں میں ان اضافہ شدہ اشعار کی مماثلت اس لیے ہو سکتی ہے کہ رستی کے ترجمے کے اضافہ شدہ اشعار کا فارسی میں ترجمہ کر لیا گیا ہو۔ ۵۸۔ اس بات سے ایک اور امکان پیدا ہوتا ہے کہ کیا اردو سے ”خاور نامہ“ پھر فارسی میں ترجمہ ہوا یا نقل کرنے والے کے پیش نظر دونوں نسخے تھے اور اس نے فارسی نسخے کی نقل کے دوران رستی کے اضافی اشعار کا ترجمہ بھی کر ڈالا۔ اگر ایسا ہے تو وہ شخص کون ہو سکتا ہے جس نے یہ اضافی اشعار اس طرح فارسی ترجمہ کیے کہ اس کے اور ابن حسام کے اسلوب میں فرق ہی محسوس نہیں ہوتا۔ یہ کام کسی عام نقل نویس کا نہیں ہو سکتا ہے۔

اس بحث کو آگے بڑھایا جائے تو شیخ چاند کا قیاس بھی درست ہو سکتا ہے۔ بے شک یہ نسخہ خاور نامہ رستی کے ۳۸ سال بعد لکھا گیا ہو مگر جس نسخے سے یہ نقل کیا گیا ہو وہ رستی کی ملکیت ہو اور نسخہ نقل کرتے وقت ”کمال الدین کی ملکیت“ ۵۹۔ والی عبارت بھی نقل ہو گئی ہو۔

## ب۔ اردو نسخہ:

کمال الدین رستی کے ترجمہ کردہ خاور نامے کا صرف ایک نسخہ موجود ہے۔ یہ نسخہ انڈیا آفس لاہریری میں ہے۔ ۶۰۔

یہ نسخہ ۱۰۵۰ / ۱۰۵۹ھ کی تحریر ہے۔ یہ نسخہ بالتصویر ہے اور تصویروں کی تعداد بقول نصیر ہاشمی ۸۳۷ ہے اور یہ تصویریں عادل شاہی تمدن و معاشرت کی عکاس اور ریکارڈ ہیں۔ ۱۶ حضورؐ اور علیؑ کی تصاویر میں چہروں پر نقائیں دکھائی گئی ہیں۔ فرشتوں کو عورتوں کی شکل دی گئی ہے۔ ۱۲ صفحات کی تعداد ۱۰۸۶ ہے۔ ۱۳ عنوانات فارسی میں ہیں۔ ۱۴ اشعار کی تعداد ۲۲۰۶۱ ہے۔ ۱۵ عنوانات کی تعداد ۲۲۲ ہے۔ ۱۶

فارسی نسخے اور رستی کے ترجمے میں دو ہزار اشعار کا یہ فرق اور خاور نامہ رستی میں دو ایک مقامات پر موجود بے ربطی یہ احساس دلاتی ہے کہ یہ نسخہ مکمل نہیں ہے۔ ۱۷ خاور نامہ کے مرتب نے عنوان ”فی المناجات“ کے بعد نعت کے شعر بغیر عنوان شروع کر دیے ہیں اور پاورتی میں اصل نسخے سے کچھ اوراق کے مفقود ہونے کا ذکر کیا ہے جو مرتب کے خیال میں نعت کے مضمون سے متعلق ہو سکتے ہیں ۱۸ لیکن کیا یہ ممکن نہیں کہ ان مفقودہ اوراق میں نعت کے ساتھ مناجات کے اشعار بھی ہوں۔ نسخے میں مناجات کے صرف ۱۱ شعر ہیں ۱۹ جب کہ دیگر مضامین کے تحت اشعار کی تعداد بتاتی ہے کہ مناجات کے تحت بھی کافی اشعار کہے گئے ہوں گے۔

مثنوی خاور نامہ کے فنی خصائص:

واضح رہے کہ ”خاور نامہ“ صرف تاریخی و ادبی حوالہ ہی نہیں ٹھہرتی بلکہ فنی حوالے سے بھی اس کی اہمیت دو چند ہے۔ ہم اوپر وہ پس منظر واضح کر چکے ہیں جس میں مثنوی ”خاور نامہ“ نے تشکیل پائی۔ اس کے مطابق اردو کو جنوبی ہند میں جن لسانی چیلنجوں کا سامنا رہا اور جس طرح سے اس نے خود کو قدیم روایات کی جکڑ بند یوں سے آزاد کیا اور فنی ارتقا پایا، وہ حیران کن ہے۔ علاوہ ازیں خاور نامہ کی زبان ان رشتوں کا بھی پتہ دیتی ہے جو پنجاب، سندھ، راجھستان، گجرات اور دکن میں قدیم سے موجود ہیں۔ یوں ”خاور نامہ“ اردو کا قدیم تاریخی، ادبی اور لسانی حوالہ بھی ہے اور اردو کے ادبی و فنی ارتقا کا امین بھی۔

مثنوی خاور نامہ کی ایک اہم خصوصیت اس کی بحر ہے۔ ”فعولن فعولن فعولن“ کی اس بحر میں اردو کی اہم ترین مثنویاں اور دیگر طویل نظمیں پائی جاتی ہیں۔ اس بحر میں کہی گئی اردو کی منظوم داستانیں، بحر کی روانی اور ترنم کے سبب بھی پڑھے جانے کے قابل ہیں۔ واضح ہو کہ فارسی خاور نامہ بھی اسی بحر میں تحریر ہے۔

رستی نے ”خاور نامہ“ کے ترجمے میں اگرچہ اس وقت کی اردو بول چال کی زبان استعمال کی ہے مگر اس کے ساتھ ہی ساتھ مثنوی میں فارسی الفاظ، محاورے، تراکیب، اور فقرے اردو کا قالب پہننے دیکھے جاسکتے ہیں۔ یوں یہ مثنوی اردو اور فارسی کی گنگا جمنی کیفیت پیدا کر کے ایک نئے دھارے کا نشان بن جاتی ہے اور اردو کے ارتقا کا سینکڑوں برس کا مرحلہ چند برسوں میں طے کر ادیتی ہے۔

”فرہنگِ مثنوی خاور نامہ“ کو پیشِ نظر رکھیں تو ہمارے سامنے اردو کی وہ ارتقائی شکل ابھرتی ہوئی صاف نظر آتی ہے جس نے اردو کی کلاسیکل اور معیاری شکل کی بنیاد رکھی۔ ”فرہنگِ مثنوی خاور نامہ“ کی مزید براں خصوصیات درج ذیل ہیں:

۱۔ قدیم الفاظ:

مثنوی میں ایک طرف سنسکرت کے ثقیل الفاظ ہیں (جیسے: گدگڑا، گرڑا، گنت، ناٹ وغیرہ) تو قدیم ہندی لہجے کی آمیزش بھی ہے۔ جیسے: ابرنا (بچنا)، ابھال (بادل، گھٹا)، اُپاڑنا (اکھاڑنا، نوچ پھینکنا)، ارڑانا (چیننا، گرجنا)، تلیں، تھانہ، ٹھانو، دپنا، دسنا، ساندنا، سپڑنا، نہاٹنا (بھاگنا) وغیرہ۔

۲۔ دکنی تلفظ:

فارسی سے ترجمے کے باوجود اس مثنوی کی خصوصیت بیجاپوری اسلوب ہے۔ یہ اسلوب سنسکرت، قدیم ہندی اور گجری روایت سے مرکب ہے اور اس میں دکنی لہجے کی آمیزش ہے یوں یہ مثنوی مخصوص دکنی لہجے کی ترجمان بھی ہے۔ جیسے: جالنا، راکھنا (جلانا، رکھنا)، جاؤنا (جانا)، جوا (جیا، دل)، دین (دن)، را (راہ)، دائنا (دادنا یعنی دادن)، دیس، کھاندا، اور گمت (گنبد)، چٹی (چیونٹی) وغیرہ۔

۳۔ ثقیل الفاظ کو نرم کرنا:

مثنوی میں رستی نے سنسکرت کے ثقیل الفاظ کو نرم کر کے بھی برتا ہے۔ جیسے: کھوپری (کھوپڑی)، داڑھی اور داڑی (ڈاڑھی)، دھونڈنا (ڈھونڈنا) وغیرہ۔

۴۔ ہندی کو مل الفاظ:

رستی کی اس مثنوی میں ہندی کو ملنا کا بھی ایک دھارا بہتا محسوس ہوتا ہے جو فارسی کی شیرینی سے شیر و شکر ہو کر ایک نئے اور رواں اسلوب کی بنیاد فراہم کرتا ہے جیسے: چلبلا، چلنت، چھانو، رین وغیرہ۔

۵۔ قدیم اور جدید تلفظ کا سنگم

اس مثنوی میں اردو کے اس وقت کے قدیم اور جدید تلفظ کو شعری ضرورتوں کے مطابق برتا ہے۔ جیسے: جاؤنا۔ جانا، دین۔ دن، جوا۔ جیا، دکھلاؤنا۔ دکھانا وغیرہ۔

۶۔ سماعی املا:

مثنوی کی ایک اور خصوصیت اس میں ’سماعی املا‘ ہے۔ یہ املا جہاں شعری ضرورتوں کو پورا کرتا ہوا محسوس ہوتا ہے وہیں تکرار کے تاثر کو بھی زائل کرتا ہے۔ جیسے: چُجَبا (چھانا)، سدی (سیدھی)، سڑی (سیڑھی)، کاں (کہاں)، کچ (کچھ)، کدر (کدھر)، سکنا (سکھانا)، مَج (مجھ)، وِیں (وہیں) وغیرہ۔

## ۷۔ خاص آہنگ:

مثنوی میں لفظوں کو برتنے کا خاص دکنی آہنگ مثنوی کے اسلوب کا اہم جز ہے۔ جیسے ہم تکرار کے لیے ”گھر گھر“ بولتے ہیں، رستی نے ”جنگلے جنگل“ لکھا ہے۔ اسی طرح کبھی کو اکبھیں، اسے اور اس کی اضافتوں (سوں، سین) کے استعمال سے خاص دکنی آہنگ کو قائم رکھا ہے۔ جیسے: چھوڑ سے، چھوڑا سین، آسوں نا وغیرہ، اور اسوتا، اسوتی، اکیا، دیا کے ساتھ ساتھ اسٹا، استی، اکیتا، دیتا، اتنا، اتنا کے ساتھ ساتھ اتا، اتنا وغیرہ دکنی بیجاپوری لب ولجے کی خاص پہچان ہیں۔ اسی طرح ضمیرِ فاعلی سے اضافی اور مفعولی ضمائر کا خاص دکنی قائدہ بھی زیر غور رہنا چاہیے۔ جیسے: ہم (فاعلی) سے ہمنائ (ہمارا) اور ہمن (ہمیں)۔

## ۸۔ لاقات:

مثنوی میں دکنی اور فارسی لاقات پہلو بہ پہلو نظر آتے ہیں اور مثنوی کی خصوصیات کو وسعت دیتے ہیں۔ جیسے: بار/بارا (اچانہار، پالہارا)، ’یا‘ (پسار یا یعنی پھیلا ہوا)، ’ج‘ (پکارتا ج۔ پکارتا ہوا) ’کر‘ (روتے کر۔ روتے ہوئے) ’ا‘ کا سابقہ جیسے: اہے (ہے)، اتھے (تھے)۔

## ۹۔ جمع کے طریقے:

رستی نے لفظوں کی جمع کے جو قواعد اختیار کیے ہیں، ان کا اجمال یہ ہے:-  
الف۔ اسم (ابرو) میں ’اں‘ کا اضافہ (ابرواں)۔ یہ جمع کا عام دکنی قاعدہ ہے۔  
ب۔ جمعِ مغیرہ بنانے کے لیے اسم واحد کا آخری حرف اگر ’ا‘، ’و‘ یا ’ہ‘ ہے تو اسے ’ے‘ سے تبدیل کر دیا ہے اور ’اں‘ کا اضافہ کر دیا ہے۔ جیسے: گھوڑا سے گھوڑیاں، مردہ سے مردیاں وغیرہ۔ صاف ظاہر ہے کہ اردو کے قاعدے کے مطابق یہ حروف املا قبول کرتے ہیں۔ اسی لیے ’گھوڑا‘ سے ’گھوڑے‘ اور اس میں ’اں‘ کا اضافہ کیا گیا ہے۔  
ج۔ حرفِ اضافت اور صفت کی جمع بھی بنائی گئی ہے۔ جیسے: کیاں (’کی‘ کی جمع)، ساریاں (ساری) اور مددگاری فعل کی جمع۔ جیسے: تھیاں (تھی کی جمع) وغیرہ۔

د۔ مرکب فعل کے دونوں اجزا کی جمع۔ جیسے: رہوئیں گیاں (رہ گئیں) وغیرہ۔

ہ۔ غائب مؤنث کے لیے ضمیر، صفت اور متعلق فعل کی بھی جمع۔ جیسے: اسکیاں، اپنیاں، لکنتیاں گیاں وغیرہ۔

و۔ فارسی کے جمع کے قائدے کے مطابق۔ جیسے: مرد + ان (مردان)، بیچارہ + ان (بیچارگان)، جام + ہا (جامہا)



## ۱۰۔ املائی خصوصیات:

## الف۔ لفظ میں اضافہ:

ماضی مطلق واحد کے صیغے میں ’الف‘ سے پہلے ’ی‘ کا اضافہ۔ جیسے: بولیا، سنیا، دیکھیا وغیرہ۔  
 ماضی مطلق کا صیغہ ’یا‘ پر ختم ہو تو ’یا‘ سے قبل ’ء‘ کا اضافہ۔ جیسے: پانیا (پایا)، آنیا (آیا) وغیرہ۔  
 مصدر اور اسم مصدر میں ’ن‘ کا اضافہ۔ جیسے: گزرناس، دیکھناں، جاناں، رہناں وغیرہ۔

## ب۔ لفظ میں تحریف:

جیسے: شیا (سیاہ)، رد بدل (رد و بدل)، را (راہ) وغیرہ۔

## ج۔ لفظ میں کسر:

غائب کے صیغہ مستقبل میں ’گا‘ سے قبل ’ک‘ دے، گرانا۔ جیسے: آگا (آئے گا)، پاگا (پائے گا) وغیرہ۔ اسم میں کمی۔  
 جیسے: کن (کان)، کم (کام) وغیرہ۔  
 د۔ ایک ہی لفظ کی مختلف املائی صورتیں:

جلاووں۔ دیکھ۔ ڈھالنا۔ ڈھالنا، سپڑنا۔ سنپڑنا، سنوار۔ سوار، سُکنا۔ سوکھنا، کیرے۔ کیڑے، نزک۔ نز

یک، نہ۔ نا۔ ناں وغیرہ۔

## ۱۱۔ قواعدی خصوصیات

فعل متعدی کے لیے فعل لازم کا صیغہ۔ جیسے: بندنا (باندھنا)، چرنا (چیرنا) وغیرہ۔  
 فعل متعدی ماضی مطلق میں فعل لازم کا سلوک اور تذکیر و تانیث کا التزام۔ جیسے: ”وہ پوچھی“ (اس نے پوچھا)  
 فعل متعدی ’نے‘ کے بغیر ”شامہ سپہ کو اچائی زجائے“ اور فعل لازم ’نے‘ کے ساتھ جیسے: ”قبر نے صندوق لیا یا اس ٹھارتی“۔  
 حرف ربط کے بغیر۔ جیسے: ”رہنگیں دیر تو آوے گا بد بسر“ (’دیر‘ کے بعد تک آتا ہے)۔  
 ماضی مطلق (لیا، کیا وغیرہ) میں ’الف‘ سے قبل ’ت‘ (لیتا، کیتا وغیرہ)۔  
 ماضی مطلق میں ’الف‘ سے قبل ’یائے‘ اور ’یائے‘ کے بغیر بھی۔ جیسے: بیٹھیا۔ بیٹھا، رکھا وغیرہ۔  
 فعل مستقبل کے لیے ’گا‘ کے لاحقے کے ساتھ ساتھ ’سے‘ اور اس کی اضافی شکلوں کا استعمال۔ جیسے:  
 رہے (رہ+سے، رہے گا)، لیا سوں (لاؤں گا)، دے سیں (دیں گے) وغیرہ۔  
 ’ج‘ بطور حرفِ حصر۔ جیسے: اسیچ (ایسے ہی)، ویچ (وہی)، اپناچ (اپنا)، وانچ (وہاں)، وہیں، یاُنچ (یہاں، یہیں) وغیرہ۔

ماضی مطلق کے لیے علامتِ مصدر 'نا' کے 'ن' کو 'ی' سے بدلنا۔ جیسے: پڑیا، آکھیا، سفیریا وغیرہ۔  
 مصدر بغیر 'الف' کے۔ جیسے: چرن (چرنا)، کرن (کرنا) مرکبات میں 'زیر' کے بجائے 'ی'۔ جیسے: بتی نفس، شبی تار وغیرہ۔  
 ماضی مطلق میں 'ی' حذف کرنا۔ جیسے: بٹھا (بیٹھا)، دتا (دیتا)  
 مفرد مصادر جواب مرکب مصادر کے طور پر اردو میں رائج ہیں۔ جیسے: شکنا (شک کرنا)، کھڑنا (کھڑا ہونا)، رنجنا (رنج کرنا) وغیرہ۔

## ۱۲۔ فارسی اثرات کی حامل خصوصیات:

فارسی تراکیب کا استعمال۔ جیسے: پیغمبرم، پیغمبرند، شاگستری، جس یافتہ، خرگہ نشیں، داد و دیں، دروازہ گاہ، دیر باز،  
 روبرو، روئے زرد، روشن ضمیر، فہم دار، ماہ تاباں، شیر گیر، ماہ رو وغیرہ۔  
 فارسی مصادر۔ جیسے: پیش گیر (پیش گرفتار)، روکنا، پکڑنا، گھیرنا، چکید (چکیدن)۔ ٹپکنا، خاست (خاستن)۔ اٹھانا،  
 خلاص یافتن (نجات پانا)، خم کردن (جھکانا)، دمید (دمیدن)۔ پھونکنا، بخواندن، فشانندن، فشردن، کردن، کشتن، مردن،  
 نگاریدن، اوفتادن، بوسہ دادن وغیرہ۔

فارسی کے فقرے۔ جیسے: چہست (کیا ہے)، سزاست (سزا ہے)، خبر دادہ ام (خبر دی ہے)، خواندہ شد (پڑھا گیا، پڑھا  
 چاچکا)، زندگیت (زندگی ہے)، سپاہ مند (میری سپاہ ہیں، میری فوجیں ہیں)، فرخند گیت (خوشی ہے، سعادت ہے، برکت  
 ہے) وغیرہ۔

فارسی مصادر سے بنائے ہوئے مصادر۔ جیسے: چننا (چنیدن)، خلاص کرنا (خلاص کردن)، خم کرنا (خم کردن)،  
 ڈاٹنا (داونا۔ دادن)، دلاسا کرنا (دل آسائی کردن)، دمننا (دمیدن)، دنالنا (دنبال کردن)، زبنا (زبیدن)، سپارنا (سپاردن)،  
 شکنا (بہ شک افتادن)، آزارنا (آزاریدن)، رنجنا (رنجیدن)، گزرنا (گزرانیدن)، اندیشنا (اندیشیدن)، راننا (راندن)، نکالنا،  
 گواہنا (گواہی دینا) وغیرہ۔

فارسی ضمائر۔ جیسے: دلت (دل + ت۔ تیرا دل)، دلم (دل + م۔ میرا دل)، دین (دین + ما۔ ہمارا دین)،  
 زادِ من (زاد + من۔ میری اولاد، میری دولت) وغیرہ۔

## ۳۱۔ مثنوی کی زبان اور سندھی، پنجابی اور سرائیکی زبانوں کی مشترک خصوصیات:

”فرہنگِ خاور نامہ“ پر نظر ڈالی جائے تو واضح ہوتا ہے کہ مثنوی کی زبان ان خصوصیات کی بھی حامل ہے جو سندھی،  
 پنجابی اور سرائیکی زبانوں کا خاصہ ہیں۔ ان میں مصادر جیسے: کرن، چرن، اپڑن وغیرہ اور اسم جیسے: کم (کام)، کن (کان) بطور اشارہ  
 لکھ دیے گئے ہیں۔ تاکہ موضوعات کے متلاشیوں کی مدد ہو سکے۔

## ۱۴۔ رستی کے محاورے

ترجمے کے سبب مثنوی میں الفاظ، تراکیب، فقروں کے ساتھ ساتھ کچھ کم نہیں سینکڑوں محاورے ترجمہ ہوئے اور اتنی ہی تعداد میں رستی نے نئے محاورے اختراع کیے۔ یہاں مثنوی کے چند محاورے دیے جا رہے ہیں تاکہ اہل علم کو مثنوی کی اردو کو دین کا اندازہ ہو سکے۔

پکار بولنا (زور سے بولنا، فریاد کرنا)، کمیں کرنا (حملہ کرنا، گھات لگا کر حملہ کرنا)، ابروتھے گرہ کھولنا (ناراضی دور کرنا، خفگی ختم کرنا)، ابرو میں گانٹھ بندنا/کرنا (پیشانی پر بل ڈالنا، ناراض ہونا، ناراضی کا اظہار کرنا)، اڑنے منگنا (بہت خوش ہونا)، جان پاؤنا (واقف ہونا، جان لینا، سمجھ جانا)، چت دھر سننا (دھیان/توجہ سے سننا)، چوتھڑے برسنا (چاروں طرف گونجنا)، خون سے دھلوانا (خون سے آلودہ کرنا)، دال ہونا (کھڑا ہونا)، دانت کھولنا (حملہ کرنے کی تیاری کرنا)، در بر کرنا (پہننا)، درد کھینچنا (تکلیف سہنا، دکھ جھیلنا)، دل اپاڑنا (مایوس ہونا)، دست راکھنا (ہاتھ رکھنا، حمایت کرنا)، دل دینا (حوصلہ بڑھانا)، دلاسا کرنا (دلاسا دینا)، دیدے مارنا (تاڑ جانا، جان لینا)، راہ اتارنا (فاصلہ طے کرنا) روز کرنا (دن گزارنا)، روزگار پھرنا (وقت بدلنا، برے دن آنا) رہ دیکھنا (انتظار کرنا)، زبان کھینچنا (بولنے سے روکنا)، زہر دینا (غصہ دلانا، بھڑکانا)، راں تل ہونا (سواری مسخر ہونا)، راں چھوڑنا (سواری سے اتر آنا، سواری ترک کرنا)، زیناں خالی کرنا (سواروں کو قتل کرنا)، وضو ساز کرنا (وضو بنانا)، نماز کرنا (نماز پڑھنا، نماز ادا کرنا)، سر باندنا (پختہ ارادہ کرنا)، سر اڑانا (قتل کرنا)، سرچرانا (وار سے بچنا)، شاہی کرنا (حکومت کرنا، حکم چلانا) علم کر لینا (توان لینا، سیدھا کر لینا)، غم دھونا، قتال کرنا، قدم رنجہ کرنا (تشریف لانا، آنا)، گوش کھولنا (کان کھولنا، توجہ کرنا)، صور بلند کرنا، آہن گری کرنا (تھوڑے برسانا)، گھوڑا اچانا (گھوڑا دوڑانا، دوڑانا شروع کرنا)، لنگر دینا (پیر جمانا، کشتی ٹھہرانا)، مارے جانا (مسلل مارنا) موتی رولنا وغیرہ وغیرہ۔

## حواشی:

- ۱۔ جالبی، جمیل، ”تاریخ ادب اردو“، جلد اول، طبع دوم، مجلس ترقی ادب، لاہور، ۱۹۸۳ء، ص ۸۸۔
- ۲۔ ڈاکٹر جمیل جالبی نے علاقائی زبانوں کی آمیزش سے متعدد اپ بھرنشوں کا ذکر کیا ہے، جیسے: پساچی اپ بھرنش، ماگدھی اپ بھرنش، اردو ماگدھی اپ بھرنش، مہاراشٹری اپ بھرنش اور شورسینی اپ بھرنش۔ جمیل جالبی شورسینی اپ بھرنش کا حلقہ اثر سب سے وسیع بتاتے ہیں (تاریخ ادب اردو، جلد اول، ص ۷)۔

۳۔ تاریخ ادب اردو، ص ی۔

۴۔ ایضاً، ص ۳۸۱، ۱۸۴۔

ایضاً، ص ۳۸۲، ۱۸۶

۵

دریائے نربدا کے پار جنوبی ہند کا علاقہ قدیم سے دکن کہلاتا ہے۔ شمال کے حکمران متعدد بار دکن فتح کرتے رہے مگر جلد یا بدیر یہ علاقہ خود مختار ہو جاتا تھا۔ علاء الدین خلجی کی فتح ہجرات و دکن کے بعد اس کی طرف سے مقرر کردہ منتظمین ”امیرانِ صدہ“ کہلائے۔ خلجیوں کے بعد تغلقوں کے دور میں امیرانِ صدہ نے بغاوت کر کے اپنے ایک امیر علاء الدین کو ۱۳۴۷ء میں بادشاہ مقرر کر لیا جس نے ’بہمنی‘ کا لقب اختیار کیا (تاریخ ادب اردو، ص ۱۶۸)۔ محمود شاہ بہمنی کے دور میں بہمنی سلطنت زوال کا قطب شاہی (گو لکنڈہ / محمد نگر، ۱۵۱۲ء / ۱۵۱۸ء) میں بٹ گئی (تاریخ ادب اردو، ص ۱۶۸، ۳۸۱)۔ گو لکنڈہ کے صوبے دار سلطان قلی، محمد شاہ بہمنی کے وفادار تھے، اس شکار ہو کر بتدریج پانچ خود مختار ریاستوں برید شاہی (بیدر ۱۴۸۷ء)، عماد شاہی (برار ۱۴۸۷ء)، عادل شاہی (بیجا پور ۱۴۹۰ء)، نظام شاہی (احمد نگر ۱۴۹۰ء) اور لیے محمد شاہ کے انتقال تک بہمنی سلطنت کے ساتھ رہے اور اس کے انتقال کے بعد ہی ۱۵۱۸ء میں خود مختاری کا اعلان کیا۔ گو لکنڈہ کی ریاست تلگو (تلنگانہ، ص ۱۸۳) کے علاقے پر محیط تھی (تاریخ ادب اردو، ص ۳۸۲)

گو لکنڈہ کے حکمران، اپنے پہلے بادشاہ سلطان قلی قطب شاہ کی نسبت سے ’قطب شاہی‘ کہلاتے ہیں۔  
گو لکنڈہ حکمرانوں کے نام اور دورِ حکومت:

|    |                   |       |   |                               |
|----|-------------------|-------|---|-------------------------------|
| ۱۔ | سلطان قلی قطب شاہ | ۱۵۱۸ء | - | ۱۵۴۳ء                         |
| ۲۔ | جمشید قلی قطب شاہ | ۱۵۴۳ء | - | ۱۵۵۰ء                         |
| ۳۔ | ابراہیم قطب شاہ   | ۱۵۵۰ء | - | ۱۵۸۰ء (تاریخ ادب اردو، ص ۳۸۲) |
| ۴۔ | محمد قلی قطب شاہ  | ۱۵۸۰ء | - | ۱۶۱۱ء                         |
| ۵۔ | محمد قطب شاہ      | ۱۶۱۱ء | - | ۱۶۲۵ء                         |
| ۶۔ | عبداللہ قطب شاہ   | ۱۶۲۵ء | - | ۱۶۷۲ء (تاریخ ادب اردو، ص ۳۸۲) |
| ۷۔ | ابوالحسن تانا شاہ | ۱۶۷۲ء | - | ۱۶۸۶ء (تاریخ ادب اردو، ص ۵۱۷) |

سلطنت عثمانیہ کے شہزادے یوسف نے، کہ جو بہمنی ریاست کے صوبے بیجا پور کا حاکم تھا، ۱۴۹۰ء میں خود مختاری کا اعلان کیا ((تاریخ ادب اردو، ص ۱۸۳)۔ یہ ریاست ۱۶۸۵ء میں اورنگ زیب کے ہاتھوں ختم ہوئی (تاریخ ادب اردو، ص ۵۳۶)۔ آخری حکمران سکندر عادل شاہ تھا، جس کا انتقال ۱۶۹۹ء میں ہوا (تاریخ ادب اردو، ص ۵۱۷)۔ یہ ریاست کنڑی اور مرہٹی علاقوں پر مشتمل تھی (تاریخ ادب اردو، ص ۳۸۲)

بیجا پور کے حکمران بانی سلطنت یوسف خاں (بہمنی سلطنت کی طرف سے ’عادل خاں‘ کا خطاب ملا تھا۔ تاریخ ادب اردو، ص ۳۸۱) کے اختیار کردہ لقب ’عادل شاہ‘ کی نسبت سے ’عادل شاہی‘ کہلاتے ہیں۔

|    |                  |       |   |                               |
|----|------------------|-------|---|-------------------------------|
| ۱۔ | یوسف عادل شاہ    | ۱۴۹۰ء | - | ۱۵۱۰ء                         |
| ۲۔ | اسماعیل عادل شاہ | ۱۵۱۰ء | - | ۱۵۳۴ء (تاریخ ادب اردو، ص ۱۸۴) |

- ۳۔ ملو عادل شاہ ۱۵۳۴ء - ۱۵۳۸ء (دکن میں اردو، ص ۱۲۷-۱۲۸)
- ۴۔ ابراہیم عادل شاہ ۱۵۳۸ء - ۱۵۵۷ء
- ۵۔ علی عادل شاہ ۱۵۵۷ء - ۱۵۸۰ء
- ۶۔ ابراہیم عادل شاہ ثانی ۱۵۸۰ء - ۱۶۲۷ء
- ۷۔ محمد عادل شاہ ۱۶۲۷ء - ۱۶۵۶ء
- ۸۔ علی عادل شاہ ثانی ۱۶۵۶ء - ۱۶۷۲ء (تاریخ ادب اردو، ص ۱۸۵)
- ۹۔ سکندر عادل شاہ ۱۶۷۲ء - ۱۶۸۵ء (تاریخ ادب اردو، ص ۱۷۱)
- ۱۰۔ بانی عادل شاہی حکومت یوسف عادل شاہ، اسماعیل عادل شاہ، ابراہیم عادل شاہ، علی عادل شاہ، ابراہیم عادل شاہ ثانی (تاریخ ادب اردو، ص ۱۸۴)
- ۱۱۔ ”تاریخ ادب اردو“، ص ۱۸۵۔
- ۱۲۔ ”تاریخ ادب اردو“، ص ۱۸۵۔
- ۱۳۔ قطب شاہی سلسلے کا ساتواں بادشاہ، جس نے لگ بھگ پچاس سال حکومت کی۔ خاندانی روایات کو برقرار رکھتے ہوئے شعر و ادب کی سرپرستی کی۔ خود بھی صاحبِ کلیات تھا (تاریخ ادب اردو، ص ۳۸۴)۔ اردو کی پہلی ادبی نثری تصنیف ”سب رس“ (۱۶۳۵ء) ملا وجہی نے اسی کی فرمائش پر لکھی تھی۔
- ۱۴۔ گو لکنؤہ کے ساتویں بادشاہ عبداللہ قطب شاہ کی بہن اور محمد قطب شاہ کی بیٹی، سلطان محمد عادل شاہ (بیجاپور کا حکمران) کی ملکہ بنیں۔ اردو کے فروغ میں ان کا بڑا کردار ہے۔ بیجاپور آکر کئی اہم فارسی مثنویوں کے اردو ترجمے انھی کی فرمائش پر ہوئے (تاریخ ادب اردو، ص ۲۳۴)۔
- ۱۵۔ بیجاپور کا ساتواں حکمران، جس سے خدیجہ سلطان بیانی گئیں۔ شعر و ادب کی سرپرستی کی، خاندانی روایات کو قائم رکھا (تاریخ ادب اردو، ص ۱۸۴)۔ امیر خسرو کی ”ہشت بہشت“ (فارسی) کو اسی کے حکم پر ملک خوشنود نے ”جنت سنگار“ کے نام سے ترجمہ کی (تاریخ ادب اردو، ص ۲۵۳)۔
- ۱۶۔ ”تاریخ ادب اردو“، ص ۲۳۳۔
- ۱۷۔ ملکہ خدیجہ سلطان کے جہیز میں آنے والے غلاموں میں سے ایک ملک خوشنود تھا، جسے عادل شاہ نے ۱۶۳۵ء میں اپنا سفیر بنا کر گو لکنؤہ بھیجا تھا۔ ملک خوشنود نے امیر خسرو کی یوسف زلیخا اور ہشت بہشت کو دکنی اردو میں ترجمہ کیا (تاریخ ادب اردو، ص ۲۵۲)۔ یوں اردو کو فارسی آہنگ و اسلوب سے آراستہ کرنے اور اردو کے ارتقا کو تیز تر کرنے میں اہم کردار ادا کیا۔
- ۱۸۔ تاریخ ادب اردو، ص ۲۵۲ (نصیر الدین ہاشمی نے اپنی کتاب دکن میں اردو میں ان مثنویوں کے ترجمے کا سن ۱۶۴۶ء لکھا ہے، ص ۱۳۳)
- ۱۹۔ تاریخ ادب اردو، ص ۲۳۴۔
- ۲۰۔ رستی (کمال الدین خاں) محمد عادل شاہ کے دربار سے وابستہ تھا۔ رستی کا کلام اب تک گوشہٴ اخفا میں ہے۔ فارسی میں قصیدہ اور اردو میں غزل و حیر شہرت ہے۔ (تاریخ ادب اردو، ص ۲۶۴)۔
- ۲۱۔ ”تاریخ ادب اردو“، ص ۲۶۵۔
- ۲۲۔ ہاشمی، نصیر الدین، ”دکن میں اردو“، انشا پریس، لاہور، ۱۹۶۰ء، ص ۱۳۳۔

- ۲۳ رستی جی فارسی سے اردو میں ترجمہ کردہ مثنوی، یہ اردو کی ضخیم ترین مثنوی ہے۔ اس میں چوبیس ہزار اشعار ہیں (تاریخ ادب اردو، ص ۲۶۶)۔
- ۲۴ ”تاریخ ادب اردو“، ص ۲۶۷۔
- ۲۵ ممتاز حسن، ”پیش لفظ“، مشمولہ ”مثنوی خاورنامہ“، ترقی اردو بورڈ (اردو لغت بورڈ)، کراچی، ۱۹۶۸ء، ص۔ الف
- ۲۶ ”تاریخ ادب اردو“، ص ۲۵۱۔
- ۲۷ ”دکن میں اردو“، ص ۱۳۲۔
- ۲۸ ”تاریخ ادب اردو“، ص ۲۳۸۔
- ۲۹ ”تاریخ ادب اردو“، ص ۳۸۷۔
- ۳۰ ”تاریخ ادب اردو“، ص ۳۴۳۔
- ۳۱ ”تاریخ ادب اردو“، ص ۲۹۵۔
- ۳۲ ”مثنوی خاورنامہ“ (فارسی) کا مصنف، ابن حسام (محمد حسام قسستانی) نے شاہنامہ فردوسی کی تقلید میں ۱۴۲۶ء میں لکھی۔ ابن حسام کو فردوسی ثانی بھی کہا جاتا ہے۔
- ۳۳ خواجہ، حمید الدین شاہد، ۱۹۶۸ء، ”تتمہ“، مشمولہ ”مثنوی خاورنامہ“، ترقی اردو بورڈ، کراچی، ص ۱۔
- ۳۴ حکیم ابوالقاسم منصور طوسی کا تخلص، فارسی کے بڑے ادیب، فاضل اور شعر و سخن کے ماہر کامل تھے۔ محمود غزنوی کے حکم سے ”شاہان عجم“ کی تاریخ ساٹھ ہزار اشعار میں شاہنامہ فردوسی کی شکل میں ترتیب دی (اسلامی انسائیکلو پیڈیا، ص ۱۳۳)۔
- ۳۵ شیخ چاند، ابن حسین احمد نگری (مرتب)، ”مقدمہ“، مشمولہ ”مثنوی خاورنامہ“، ص۔ ج۔
- ۳۶ ”تاریخ ادب اردو“، ص ۲۶۹۔
- ۳۷ ایک خود مختار ادارہ، حکومت پاکستان کی ایک قرارداد مورخہ ۱۲/ جون ۱۹۵۷ء کے ذریعے وجود میں آیا۔ اسے دو ذمہ داریاں سونپی گئیں۔ ایک، آکسفورڈ کشتری کی طرز پر اردو کی جامع لغت کی تیاری۔ دو، اردو زبان و ادب کی ترقی و ترویج کے لیے اقدامات۔ اردو کی ترویج کے لیے ادارے نے از خود قدیم اور نایاب مخطوطات حاصل کر کے چھپوائے اور شائع کیے (ہادی حسن، محمد، دسمبر ۱۹۷۷ء، ”تعارف“، مشمولہ ”اردو لغت“، جلد اول، کراچی، ص۔ الف)۔ قدیم و نادر مخطوطات اشاعتوں کے اسی سلسلے میں مثنوی خاورنامہ کی ادبی و لسانی اہمیت کے پیش نظر، اسے بھی شائع کیا گیا۔ ”خاورنامہ کی ادبی ندرت اور اردو زبان کی تاریخ میں اہمیت کے پیش نظر، ترقی اردو بورڈ نے اس کی اشاعت مناسب سمجھی ۰۰۰ بورڈ نے اس کی خورد عکسی (مائکرو فلم) انڈیا آفس سے منگائی“ (ممتاز حسن (صدر، ترقی اردو بورڈ، ۱۹۶۷ء، پیش لفظ، مشمولہ خاورنامہ، ص۔ ب)۔ ۱۹۸۲ء میں اس بورڈ کا نام تبدیل کر کے ”اردو لغت بورڈ“ رکھ دیا گیا (عابدہ ہما، ۲۰۰۸ء، ”اردو کشتری بورڈ کراچی کی ادبی خدمات“، مشمولہ ”تحقیق“، شمارہ ۱۶، جامشورو، ص ۱۷۴)۔
- ۳۸ شعبہ اردو، جامعہ سندھ سے فارغ التحصیل، ڈاکٹر جمیل جالبی نے دکنی ادب کو اپنی تحقیق کا خاص موضوع بنایا۔ ”مثنوی کدم راؤ پدم راؤ“، ”دیوان حسن شوق“ اور ”دیوان نصرتی“ انھی کی دریافتیں ہیں (اردو ادب کی مختصر ترین تاریخ، ص ۶۱۸) تاریخ ادب میں جالبی صاحب کا کارنامہ ”تاریخ ادب اردو“ ہے۔ اس تاریخ کی خصوصیت یہ ہے کہ اس میں اردو کے ارتقا کو تاریخ اور ثقافت کے ارتقا میں دیکھا گیا ہے۔

- ۳۹ تاریخ ادب اردو (اشاریہ)، صفحہ ۲۱ پر کتاب کے ان صفحات کی نشاندہی کی گئی ہے جہاں مثنوی خاور نامہ کا ذکر ہے۔ ان صفحات پر خاور نامہ سے متعلق تحقیق اور تنقیدی، دونوں قسم کا مواد موجود ہے۔
- ۴۰ ”تاریخ ادب اردو“، چار جلدوں پر مشتمل ہے۔ مجلس ترقی ادب، لاہور نے اسے شائع کیا ہے۔ چاروں جلدوں کی اولین اشاعت درج ذیل ہے: جلد اول: جولائی ۱۹۷۵ء، جلد دوم: جون ۱۹۸۲ء، جلد سوم: جون ۲۰۰۶ء، جلد چہارم: فروری ۲۰۱۲ء۔
- ۴۱ نصیر الدین ہاشمی (وفات ۱۹۶۵ء) کی خدمات دکنی ادب، دکنی تاریخ اور اردو نظریہ سازی میں بہت اہم ہے۔ ہاشمی نے لندن میں بیٹھ کر انڈیا آفس لائبریری کے علمی و ادبی خزانوں کی چھان بین کی اور بہت سی نادر کتابوں سے اہل ہند کو واقف کرایا۔ ان کی یہ کاوشیں رسالہ معارف میں شائع ہوتی رہیں۔ ان کا ایک کارنامہ ”دکن میں اردو“ ہے۔ (اردو ادب کی مختصر ترین تاریخ، ص ۳۶۳)۔
- ۴۲ دکنی ادب سے متعلق تحقیقی کتاب، جو نصیر الدین ہاشمی کا کارنامہ ہے۔ چھوٹی تقطیع میں ۸۸۰ صفحات پر مشتمل یہ کتاب، دکنی تاریخ، ادب، کلچر، شاعری و نثر کے تعارف و تنقید، شاہان دکن اور سینکڑوں دکنی شاعروں کے ذکر کا خوب صورت مرقع ہے۔ پانچ فصول میں تقسیم، اس کتاب کی آخری فصل کو مزید سات ادوار میں تقسیم کیا گیا ہے۔
- ۴۳ پروفیسر ڈاکٹر عتیق احمد جیلانی، شعبہ اردو، سندھ یونیورسٹی، جامشورو۔
- ۴۴ ۱۴/اکتوبر ۱۹۱۹ء کو حیدر آباد (دکن) کے محلہ چیلہ پورہ میں پیدا ہوئے۔ اسی شہر میں تعلیمی درجات عبور کیے (ڈاکٹر نجم السحر ۲۰۰۱ء)۔
- ”پروفیسر خواجہ حمید الدین شاہد مرحوم“، مشمولہ سب رس، ادارہ ادبیات اردو، شمارہ ۱۲، جلد ۶۳، ص ۲۰۔ ۱۹۴۴ء میں عثمانیہ یونیورسٹی سے ایم۔ اے کیا اور مختلف کالجوں میں اردو ہندی کے لیکچرار رہے۔ اساتذہ میں پروفیسر عبدالقادر سروری اور پروفیسر محی الدین قادری زور سے زیادہ متاثر رہے۔ ۱۹۵۹ء میں ہجرت کر کے پاکستان (کراچی) آگئے (ڈاکٹر نجم السحر، سب رس، ص ۱۲)۔ مرحوم بلند پایہ محقق، شاعر، صحافی، ادیب، نقاد اور مضمون نگار تھے۔ کراچی آکر ترقی اردو بورڈ سے وابستہ ہوئے (ڈاکٹر نجم السحر، سب رس، ص ۲۲)۔ ۱۹۷۷ء میں کراچی سے سب رس شائع کیا۔ پہلا شمارہ ’اقبال نمبر‘ تھا (ڈاکٹر نجم السحر، سب رس، ص ۲۲)۔
- خواجہ حمید الدین کی کتابیں:

| نام کتاب                                              | سن اشاعت | ادارہ                                                            |
|-------------------------------------------------------|----------|------------------------------------------------------------------|
| ”سرگزشت ادارہ ادبیات اردو“                            | ۱۹۴۰ء    | ادارہ ادبیات اردو                                                |
| ”شمس الامر کے سائنسی کارنامے“                         | ۱۹۴۵ء    | ایضاً                                                            |
| ”ارمغان امجد“                                         | ۱۹۵۶ء    | ایضاً                                                            |
| ”یادگارِ صفی“                                         | ۱۹۵۶ء    | ایضاً                                                            |
| ”ادبی مطالعے“                                         | ۱۹۵۶ء    | ایضاً                                                            |
| ”نقوشِ ادب“ (بی۔ اے کورس کے لیے)                      |          |                                                                  |
| ”تصویرِ جاناں“ (کچھی نرائن شفیق کی مثنوی)             | ۱۹۷۷ء    | مجلس اشاعت دکنی مخطوطات، چادر گھاٹ کالج، دکنی ساہتیہ پرکاش سمیتی |
| (ڈاکٹر حمایت علی، ”آہ شاہد صاحب“، مشمولہ سب رس، ص ۲۷) |          |                                                                  |

- ”اردو میں سائنسی ادب، قدیم ترین کارنامے“ ۱۹۵۷ء ادارہ ادبیات اردو
- ”حیدر آباد کے شاعر“ ۱۹۵۸ء آندھرا پردیش سہیتی اکیڈمی
- کراچی سے شائع کتابیں:
- رسالہ ”محمود خوش دہاں“ ۱۹۶۹ء
- ”اردو میں سائنسی ادب“ ۱۹۶۹ء ایوان اردو کراچی
- ”حکیم الشعر حضرت امجد حیدر آبادی“ ۱۹۹۳ء بہادر یار جنگ اکیڈمی، کراچی (حمایت علی، سب رس، ص ۲۸)
- خواجہ حمید الدین شاہد کا انتقال ۲۳/اکتوبر ۲۰۰۱ء کو کراچی میں ہوا (سرورق، سب رس)
- ۴۴ ترقی اردو بورڈ، کراچی کا سہ ماہی رسالہ۔ (سب رس، ۲۰۰۱ء، شمارہ ۱۲، جلد ۶۳، مشمولہ مضمون ”آہ! شاہد صاحب“ از ڈاکٹر سید حمایت علی، ص ۲۷)
- ۴۵ شمس الموزخین علامہ حکیم سید شمس اللہ قادری (پیدائش: ۲۴/نومبر ۱۸۸۵ء، وفات: ۲۰/اکتوبر ۱۹۵۳ء) حیدر آباد دکن (لال باغ) میں پیدا ہوئے۔ شمس اللہ قادری مصنف، محقق، تاریخ دان، ماہر آثارِ قدیم اور صحافی تھے۔ ”سوسائٹی ڈی ہسٹری ڈی انڈیا فرانسیزی“ اور ”رائل ایشیاٹک سوسائٹی آف گریٹ برٹین اینڈ آئرلینڈ“ کے اعزازی ممبر رہے۔ شمس اللہ قادری کو ”دکنیات“ کا پہلا محقق تسلیم کیا جاتا ہے۔ حکیم شمس اللہ قادری کی کتابیں:
- ۱۔ اردوئے قدیم (اردو زبان اور ادب کی تاریخ)، ۲۔ موزخین ہند، ۳۔ سلاطین مصر، ۴۔ مالبار، ۵۔ آثار الکرام، تاریخ ترقی علوم و فنون، ۶۔ مالابار میں پرنگیہ یوں کی تاریخ، ۷۔ تحفۃ المجاہدین، ۸۔ مخطوطاتِ تاریخ، ۹۔ سکھ جاتِ شاہانِ اودھ، ۱۰۔ تجارتِ عرب قبل اسلام، ۱۱۔ نظام التواریخ (تاریخ ایران)
- ۴۶ ممتاز حسن، ”پیش لفظ“، مشمولہ مثنوی خاور نامہ، ترقی اردو بورڈ، کراچی، ۱۹۶۸ء، ص الف۔
- ۴۷ حمید الدین شاہد، خواجہ، ”تتمہ“، مشمولہ مثنوی خاور نامہ، ترقی اردو بورڈ، کراچی، ۱۹۶۸ء، ص ا۔
- ۴۸ ایضاً
- ۴۹ ایضاً، ص ۳۔
- ۵۰ ایضاً
- ۵۱ ایضاً، (تقابل فہرستِ عنوانات)، ص ۱۵۔
- ۵۲ خاور نامہ مطبوعہ، اردو ترقی بورڈ، کراچی ۱۹۶۸ء۔
- ۵۳ ہاشمی، نصیر الدین، نومبر ۱۹۲۹ء، ”انڈیا آفس کی کیٹلاگ میں دکھنی مخطوطات کی فروگذاشتیں“، مشمولہ معارف، شمارہ ۵، جلد ۲۴، اعظم گڑھ، ص ۳۴۷-۳۴۸۔
- ۵۴ حمید الدین شاہد، تتمہ (خاور نامہ ابن حسام کا دوسرا نسخہ)، ص ۳۔
- ۵۵ ایضاً۔



- ۵۶۔ ایضاً، ص ۵۔
- ۵۷۔ ایضاً، ص ۶۔
- ۵۸۔ عتیق احمد جیلانی ۲۰۰۹ء، ”مجلہ معارف کا تحقیقی سرمایہ“، مشمولہ شعبہ جاتی مجلہ ”تحقیق“، شعبہ اردو، سندھ یونیورسٹی، جامشورو، شمارہ ۱، ص ۱۱۱۔
- ۵۹۔ تتمہ، ص ۳۔
- ۶۰۔ ممتاز حسن (صدر ترقی اردو بورڈ)، پیش لفظ، خاور نامہ (مطبوعہ)، کراچی، ۱۹۶۸ء۔ ص ۱
- ۶۱۔ ہاشمی، نصیر الدین، ”خاور نامہ دکھنی“، معارف، اعظم گڑھ، شمارہ ۵، جلد ۲۶، نومبر ۱۹۳۰ء، ص ۳۵۷۔
- ۶۲۔ ایضاً۔
- ۶۳۔ ایضاً، ص ۳۵۹۔
- ۶۴۔ ایضاً، ص ۳۶۴۔
- ۶۵۔ حمید الدین شاہد، خواجہ، تتمہ، ”مثنوی خاور نامہ“، ص ۳۔
- ۶۶۔ حمید الدین شاہد، تتمہ (تقابل فہرست عنوانات)، ص ۵۔ ۱۔
- ۶۷۔ جمیل جالبی، ”تاریخ ادب اردو“، طبع دوم، مجلس ترقی ادب، لاہور، ۱۹۸۴ء، ص ۲۶۶۔
- ۶۸۔ حمید الدین شاہد، خواجہ، تتمہ، ”مثنوی خاور نامہ“، ص ۳۔
- ۶۹۔ شیخ چاندا بن حسین، ”مقدمہ“، مشمولہ مثنوی خاور نامہ، ص ۵۔
- ۷۰۔ نصیر الدین ہاشمی، ”دکن میں اردو“، انشاپریس، لاہور، ۱۹۶۰ء، ص ۷۳، ۷۶، ۷۵۔
- ۷۱۔ جمیل جالبی، ”دکن میں اردو“، ص ۲۶۵ تا ۲۷۱۔
- ۷۲۔ خاور نامہ، پیش لفظ، (ممتاز حسین)، ص الف۔
- ۷۳۔ ایضاً، مقدمہ (شیخ چاندا بن حسین)، ص د۔

#### فہرست اسنادِ محمولہ:

- ۱۔ اختر، سلیم، ڈاکٹر: ۱۹۸۷ء، ”اردو ادب کی مختصر ترین تاریخ“، تیرہواں ایڈیشن، سنگ میل پبلی کیشنز، لاہور۔
- ۲۔ ایم سلطانہ بخش، ڈاکٹر: ۱۹۸۶ء-۱۹۸۸ء، ”اردو اصول تحقیق“، جلد اول اور دوم، مقتدرہ قومی زبان، اسلام آباد۔
- ۳۔ جالبی، جمیل: ۱۹۸۴ء، ”تاریخ ادب اردو“، جلد اول، طبع دوم، مجلس ترقی ادب، لاہور۔
- ۴۔ رستمی، کمال خاں، بیجاپوری: ۱۹۶۸ء، ”مثنوی خاور نامہ“، شیخ چاندا بن حسین احمد نگر، مرتب: ترقی اردو بورڈ (اردو لغت بورڈ)، کراچی۔
- ۵۔ قاسم محمود، سید: اپریل ۱۹۹۳ء، ”شاہکار اسلامی انسائیکلو پیڈیا“، شاہکار بک فاؤنڈیشن، کراچی۔
- ۶۔ ہاشمی، نصیر الدین: ۱۹۶۰ء، ”دکن میں اردو“، لاہور۔

ویب گاہیں:

<https://rekhta.org/ebooks/sab-ras-khwaja-hameeduddin-shahid-number-shumara-number-012-magazines>

Wikipedia, Shamsul Hassan Qadri

رسائل:

”تحقیق“ شعبہ اُردو، آرٹس فیکلٹی، سندھ یونیورسٹی، جامشورو۔ شمارہ ۱۶، ۲۰۰۸ء۔ شمارہ ۱، جنوری تا جون ۲۰۰۹ء۔  
 ”سب رس“، ۲۰۰۱ء، خواجہ حمید الدین شاہد نمبر، ادارہ ادبیات اردو، حیدر آباد (اے۔ پی) انڈیا، جلد ۶۳ شمارہ ۱۲۔  
 ”معارف“، دارالمصنفین، اعظم گڑھ (انڈیا): شمارہ ۵، جلد ۲۶، نومبر ۱۹۳۰ء۔ شمارہ ۵، جلد ۲۴، نومبر ۱۹۲۹ء۔  
 شمارہ ۳، جلد ۲، مارچ ۱۹۳۱ء۔ شمارہ ۶، جلد ۲۳، جون ۱۹۲۹ء۔ شمارہ ۱۰، جلد ۲۸، اکتوبر

-----